مکہ و منی کیا ایک شہر ہے یا مختلف

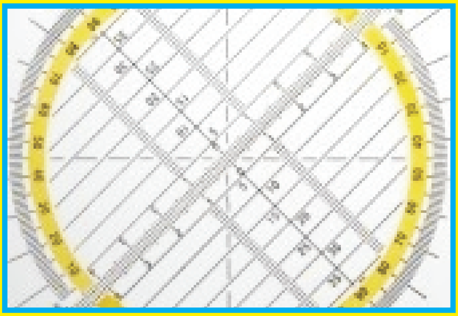

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت
Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore
K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149
H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001
Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

قصر و اتمام کے مسئلہ میں

کیا مکہ و منیٰ ایک شہر شمار ہو گا ؟

باسمہ تعالیٰ

قصر واتمام کے مسئلہ میں کیا مکہ ومنیٰ ایک شہر شمار ہوگا؟

سوالنامہ برائے سترہواں سیمینار

اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے بعض سیمیناروں میں حج سے متعلق بعض مسائل پر بحث وتحقیق کے بعد فیصلے کئے گئے تھے، اس وقت بھی حج سے متعلق ایک اہم مسئلہ پر شرعی بحث وتحقیق کے لیے آپ حضرات کو زحمت دی جارہی ہے، امید ہے کہ مسئلہ کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے پوری تحقیق وتفصیل سے جوابات تحریر فرمائیں گے، انشاء اللہ آپ حضرات کی تحقیق اور علمی ریاضت زیر بحث مسئلہ میں کسی نتیجہ تک پہنچنے میں اکیڈمی کے لیے معاون ثابت ہوگی۔

یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ عہد نبوی ﷺ اور اس کے بعد کے ادوار میں منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ سے بالکل الگ اور خاصے فاصلے پر تھی، مکہ مکرمہ اور منیٰ کو دو الگ آبادیاں شمار کیا جاتا تھا، اس لیے اگر کوئی شخص مکہ اور منی دونوں میں ملا کر پندرہ ایام کے قیام کی نیت کرتا تھا تو بھی اس پر مسافر کے احکام جاری ہوتے تھے اور وہ مقیم کی امامت میں نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں قصر کرتا تھا۔

یہ بات بھی اہل علم جانتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک مسافر کے لیے قصر رخصت نہیں ہے بلکہ عزیمت ہے۔

ادھر چند سالوں سے صورت حال میں تبدیلی آئی ہے، مکہ مکرمہ کی آبادی

بڑھتے بڑھتے منیٰ بلکہ اس سے آگے تک پہنچ چکی ہے اور منی سرکاری طور پر بلدیہ مکہ مکرمہ کا حصہ قرار پا چکا ہے۔

اس صورت حال نے ایک بڑا اہم فقہی سوال یہ پیدا کر دیا ہے کہ کیا اب بھی مکہ اور منیٰ الگ الگ آبادیاں مان کر وہی فتوی دیا جائے جو ماضی میں تھا کہ اگر ایک شخص مکہ اور منیٰ دونوں کو ملا کر پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی نیت کرتا ہے تو وہ شرعاً مسافر ہی رہے گا، اور اس پر قصر لازم ہوگا، کیوں کہ عہد نبی ﷺ اور قرون سابقہ میں ایسا ہی تھا صورت حال کی تبدیلی اور واقعاتی اور سرکاری دونوں سطح پر مکہ مکرمہ میں منیٰ کی شمولیت کی وجہ سے دونوں کو ایک آبادی تصور کیا جائے گا اور اگر دونوں کو ملا کر پندرہ یوم یا اس سے زائد قیام کا ارادہ ہو تو ایسے شخص کو مقیم مانا جائے گا اور اس پر مقیم کے احکام جاری ہوں گے؟

غالباً آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ اس مسئلہ میں برصغیر کے علماء میں ایک سے زائد آراء پائی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے حج پر جانے والے حضرات خاص طور پر کشمکش کا شکار ہوتے ہیں کہ کس رائے کو اختیار کر کے اس پر عمل کریں؟ اس لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دونوں آراء اور ان کے دلائل کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے کوئی رائے قائم کی جائے اور ترجیحی رائے کے دلائل و وجوہات بھی تفصیل سے لکھے جائیں تاکہ اکیڈمی کو فیصلے تک پہنچنے میں سہولت ہو۔

جواب

کسی شہر سے متصل آبادی اسی شہر کے حکم میں ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات اس آبادی کو خواہ وہ شہر ہو یا گاؤں، اسی شہر کا ایک

حصہ قرار دیتے ہیں جو اس سے متصل ہے، اور دوسرے حضرات اس کے خلاف اس کو اس کا حصہ نہیں مانتے، بلکہ اس کو الگ گاؤں یا شہر قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم المصری نے لکھا ہے کہ :" وظاهر كلام المصنف أنه لايشترط مجاوزة القرية المتصلة بربض المصر ، وفيه اختلاف وظاهر المجتبى عدم الاشتراط و هو الذي يفيده كلام أصحاب المتون كالهداية أيضاً ، وجزم في فتح القدير بالاشتراط "۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ قصر کے لئے شہر سے متصل قریہ سے تجاوز کر جانے کے شرط ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، صاحب کنز الدقائق علامہ نسفی کا ظاہر کلام یہ ہے کہ قصر کے لئے یہ شرط نہیں ہے، اور عام طور پر اصحاب متون کے کلام سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے، اور صاحب فتح القدیر نے متصل آبادی سے تجاوز کو شرط ٹھہرایا ہے۔

ہاں اکثر حضرات نے اختلاف کا ذکر کئے بغیر یہ لکھا ہے کہ شہر سے متصل آبادی اسی شہر کے حکم میں ہے۔ چنانچہ:

(۱) مراقی الفلاح میں علامہ شرنبلالی نے مسافر کو کہاں سے قصر کرنا چاہئے؟ اس کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"إذا جاوز بيوت مقامه ولو بيوت الأخبية من الجانب الذي خرج منه ، ويشترط أن يكون قد جاوز أيضا ما اتصل به أي بمقامه من فنائه كما يشترط مجاوزة ربضه ، وهوما حول المدينة من بيوت ومساكن ؛ فإنه في حكم المصر، وكذا القرى المتصلة بربض يشترط مجاوزتها في

---

(۱) البحر الرائق: ۲/۲۲۶

الصحیح "(وہ قصر کرے گا جب وہ اپنے مقام کے گھروں کی جانب سے جہاں سے وہ نکلا ہے، آگے بڑھ جائے گا، اگرچہ وہ چھپر کے مکانات ہی کیوں نہ ہوں ، اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ اس کے مقام سے ملے ہوئے فناء سے بھی آگے بڑھ جائے جس طرح یہ شرط ہے کہ شہر کے ربض سے آگے بڑھ جائے اور ربض شہر کے اطراف پھیلے ہوئے مکانات اور گھر ہیں؛ کیونکہ یہ بھی شہر ہی کے حکم میں ہیں، اسی طرح وہ گاؤں اور دیہات جو ربض شہر سے متصل ہیں ان سے بھی آگے بڑھ جانا صحیح قول میں شرط ہے)۔ (۱)

علامہ عینی نے البنایہ شرح ہدایہ میں ''محیط'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

" ویعتبر مجاوزة عمران المصر إلا إذا كان ثم قرية أو قرى متصلة بأرض المصر ، فإنه حينئذ يعتبر مجاوزة القرى "۔ (اور شہر کی عمارات سے تجاوز کر جانے کا قصر میں اعتبار ہے، مگر یہ کہ وہاں کوئی گاؤں یا چند قریے شہر سے متصل ہوں ، تو اس وقت ان قریوں سے تجاوز کا بھی اعتبار ہوگا)(۲)

یہی بات علامہ شامی نے شرنبلالی کی ''الامداد'' کے حوالے سے لکھی ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ :" وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع الإقامة كربض المصر ، وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن ، فإنه في حكم المصر ، وكذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح" (انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ توابع شہر جیسے ربض شہر سے الگ ہو جانا قصر کے لئے شرط ہے اور ربض شہر وہ گھر اور عمارات ہیں جو شہر کے اردگرد ہوتے ہیں، کیونکہ یہ بھی شہر کے حکم میں ہیں، اور اسی طرح صحیح قول پر وہ قریے جو ربض شہر سے ملے ہوئے

---

(۱) مراقی الفلاح:۱۸۷ (۲) البنایۃ:۱۵/۳

ہوں، وہ بھی شہر میں داخل ہیں)۔ (۱)

اور فتاوی عالمگیری میں بھی اسی بات کو واضح الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:

" الصحيح ما ذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير ، إلا إذا كان ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر ، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرية التي تكون متصلةً بفناء المصر ؛ فإنه يقصر الصلاة وإن لم يجاوز تلك القرية ـ كذا في المحيط "۔

(صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ قصر کے لئے شہر کی آبادی سے تجاوز کر جانا معتبر ہے نہ کہ کسی اور سے، مگر یہ کہ وہاں کوئی گاؤں ہو یا کئی گاؤں ربض شہر سے ملے ہوئے ہوں، تو اس وقت ان قریوں سے بھی تجاوز کرنے کا لحاظ کیا جائے گا، برخلاف ان قریوں کے جو فناء مصر سے ملے ہوئے ہیں کہ آدمی قصر کرے گا اگرچہ اس قریہ سے آگے نہ بڑھا ہو)۔ (۲)

ان عبارات فقہیہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ایک یہ کہ قصر کی ابتداء اس وقت ہوگی جب مسافر اپنے شہر و گاؤں کی عمارات سے اور ''ربض شہر'' یعنی شہر سے متصل اطراف واکناف کے گھروں اور عمارتوں سے تجاوز کر جائے، جب تک اس حد سے تجاوز نہیں کرے گا، اس کے لئے قصر کرنا جائز نہیں۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ''ربض شہر'' یعنی شہر سے متصل گھروں و عمارتوں سے جو قریے اور گاؤں یا شہر ملے ہوئے ہوں وہ بھی شہر ہی میں داخل ہیں اس لئے قصر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسافر ان سے بھی آگے بڑھ جائے، ان سے آگے بڑھنے سے پہلے قصر نہیں ہوگا۔

---

(۱) شامی: ۲/۵۹۹ (۲) فتاوی عالمگیری: ۱/۱۳۹

اس دوسرے مسئلہ سے یہ بات بھی مستفاد ہوئی کہ شہر سے متصل آبادیاں اسی شہر میں داخل مانی جائیں گی، اس لئے قصر ان سے آگے بڑھنے کے بعد ہوگا، اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ اگر یہ آبادیاں مصر وشہر میں داخل نہ ہوتیں تو قصر ان سے پہلے ہی شروع ہو جانا چاہئے، معلوم ہوا کہ یہ متصل آبادیاں خواہ وہ گاؤں کی شکل میں ہوں یا شہر کی صورت میں، داخل شہر مانی جاتی ہیں۔

علماء حنفیہ کے علاوہ اس سلسلہ میں دیگر ائمہ کرام کے مسلک میں بھی دو قول ملتے ہیں، ایک قول میں شہر سے متصل گاؤں اور قریوں کو شہر میں مانا گیا ہے جبکہ دوسرے قول میں اس کے خلاف ہے۔

چنانچہ شافعی فقہ کے امام علامہ ابو اسحاق شیرازی نے ''المہذب'' میں اس سلسلہ میں دو قول نقل کئے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:

" وإن كان في قرية وبقربها قرية ففارق قريته جاز له القصر ، وقال ابو العباس : إن كانت القريتان متقاربتين فهما كالقرية الواحدة فلايقصر حتى يفارقهما "(اگر ایک قریہ ہے اور اس کے قریب ایک اور قریہ ہے تو اپنے قریہ سے الگ ہو جائے تو اس کے لئے قصر جائز ہے، اور ابو العباس نے کہا کہ اگر دو قریے قریب قریب ہوں تو وہ ایک قریہ کی طرح ہیں، لہٰذا ان دونوں سے آگے جانے تک قصر نہیں کرے گا)۔(۱)

اور علامہ نووی شافعی نے صرف دوسرا ایک ہی قول نقل کیا ہے کہ:

" أما إذا كانت قريتان ليس بينهما انفصال فهما كمحلتين من قرية ، فيشترط مجاوزتهما بالاتفاق ، .... وإن انفصلت

---

(۱) المہذب: ۱۹۲/۱

إحداهما عن الأخرى فجاوز قريته جاز القصر ، سواء قربت الأخرى منها أم بعدت " (جب دو قریے اس طرح ہوں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فصل و جدائی نہ ہو تو وہ ایک قریہ کے دو محلوں کی طرح ہیں، لہٰذا قصر کے لئے ان دونوں سے آگے بڑھ جانا بالاتفاق شرط ہے، ....اور اگر ان میں سے ایک قریہ دوسرے سے الگ ہو اور مسافر اپنے قریہ سے آگے بڑھ جائے تو اس کے لئے قصر جائز ہے، خواہ وہ دوسرا قریہ اس سے قریب ہو یا دور ہو)۔ (۱)

اسی طرح فقہ شافعی کی کتاب ''مغنی المحتاج'' میں ہے:

" والقريتان المتصلتان يشترط مجاوزتهما ، والمنفصلتان ولو يسيراً يكفي مجاوزة إحداهما "(دو قریے جو آپس میں ملے ہوئے ہوں قصر کے لئے ان دونوں سے آگے بڑھ جانا شرط ہے، اور وہ دو قریے جو منفصل ہوں، اگرچہ دونوں میں تھوڑا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو، ان میں صرف ایک سے بڑھ جانا کافی ہے)۔ (۲)

ان حضرات نے ایک ہی روایت کا ذکر کیا ہے، اور انداز بیان ایسا ہے جیسے یہی قول ان حضرات کے نزدیک معمول بہا اور معتبر ہے۔

اور فقہ حنابلہ کے ایک معروف عالم مرداوی حنبلی نے " المقنع "کی شرح "الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف" میں اس بارے میں فقہاء حنابلہ کے دو قول ذکر کئے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ:

" ظاهر كلامه أيضا و كثير من الأصحاب : جواز القصر إذا فارق بيوت قريته سواء اتّصل به بلد آخر أو لا ، واعتبر أبو المعالي انفصاله ولو بذراع "(مصنف (ابن قدامہ) کا اور بہت سے اصحاب کا ظاہر کلام یہی ہے

---

(۱) شرح مہذب: ۲۸۹/۴ (۲) مغنی المحتاج: ۲۶۲/۱

کہ جب اپنے قریہ کے گھروں سے جدا ہو جائے تو قصر جائز ہے، خواہ اس سے متصل کوئی دوسرا شہر ہو یا نہ ہو، اور ابو المعالی نے فصل ہونے کا لحاظ کیا ہے، اگر چہ فصل ایک ہاتھ ہی کا کیوں نہ ہو)۔ (۱)

اس عبارت سے محقق ابن قدامہ حنبلی کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے قریہ سے الگ ہو جانے پر قصر کیا جائے خواہ اس سے متصل کوئی شہر ہو یا نہ ہو، لیکن علامہ ابن قدامہ کی دوسری کتاب ''المغنی'' میں انہوں نے اس کے خلاف یہ لکھا ہے کہ:

” وإن كان للبلد محال كل محلة منفردة عن الأخرى كبغداد ، فمتى خرج من محلته أُبيحَ له القصرُ إذا فارق محلتَه ، وإن كان بعضها متّصلاً ببعض لم يقصر حتى فارق جميعَها ، ولو كانت قريتان متدانيتين فاتّصل بناء إحداهما بالأخرى فهما كالواحدة ، وإن لم يتّصل فلكل قرية حكم نفسها “ **(اگر شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلّہ دوسرے سے الگ ہو جیسے بغداد تو جب مسافر اپنے محلّہ سے نکل جائے تو اس کو قصر کرنا جائز ہے اور اگر وہ محلے بعض بعض سے ملے ہوئے ہوں تو اس وقت تک قصر نہ کرے جب تک کہ تمام محلوں سے تجاوز نہ کر جائے، اور اگر دو قریے قریب قریب ہوں اس طرح کہ ایک کی عمارات دوسری سے متصل ہوں تو وہ دو قریے ایک کی طرح ہیں، اور اگر متصل نہ ہوں تو ہر ایک کا الگ مستقل حکم ہے)۔ (۲)**

نیز ''الانصاف'' میں علامہ مرداوی اسی بناء پر فرماتے ہیں کہ: ” ظاهر كلام المصنف : أن أهل مكة ومن حولهم كغيرهم إذا ذهبوا إلى عرفة و مزدلفة ومنى وهو صحيح ، فلا يجوز لهم القصر ولا الجمع ، على الصحيح

---

(۱) الانصاف: ۲/۳۱۷، نیز دیکھو: الفروع: ۲/۴۷ (۲) المغنی: ۲/۹۷

من المذهب نص عليه و عليه أكثر الأصحاب" (مصنف ابن قدامہ کا ظاہر کلام یہ ہے کہ مکہ والے اور اس کے اطراف واکناف والے دوسرے (باہر سے آنے والے) لوگوں کی طرح ہیں، کہ جب وہ عرفہ ومزدلفہ اور منی جائیں تو صحیح مذہب کی بناء پر ان کے لئے قصر کرنا جائز نہیں اور نہ دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے، اس کی تصریح کی گئی ہے اور اکثر اصحاب اسی پر ہیں)۔(۱)

فقہ مالکی کی کتاب: ''مواہب الجلیل'' میں ہے کہ:

" ولو كانت قريتان يتّصل بناء إحداهما بالأخرى فهما في حكم القرية ، وإن كان بينهما فضاء ، فلكل واحدة حكم الاستقلال" (اگر دو قریے قریب ہوں اس طرح کہ ایک کی عمارات دوسری سے متصل ہوں تو وہ دو قریے ایک قریہ کے حکم میں ہیں اور اگر ان دونوں میں فضاء یعنی فصل ہو تو ہر ایک کا الگ مستقل حکم ہے)۔(۲)

علامہ دسوقی مالکی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے:

"مثل البساتين المسكونة القريتان اللتان يرتفق أهل إحداهما بأهل الأخرى بالفعل وإلا فكل قرية تعتبر بمفردها إن كان عدم الارتفاق لنحو عداوة " (سکونت پذیر باغات ہی کی طرح وہ دو قریے ہیں جن میں سے ایک کے رہنے والے دوسرے قریہ والوں سے بالفعل نفع اُٹھاتے ہیں، ورنہ ہر ایک قریہ الگ الگ مانا جائے گا اگر ان میں دشمنی وغیرہ کی وجہ سے آپسی تعاون نہ ہو)۔(۳)

اور اسی طرح کی بات فقہ مالکی کی دوسری کتاب ''الفواکہ الدوانی'' میں بھی

---

(۱) الانصاف: ۱۷/۲ (۲) مواہب الجلیل: ۱۴۳/۲ (۳) حاشیۃ الدسوقی: ۳۵۹/۱

ہے، اس میں لکھا ہے کہ:

" ومثل البساتين في اعتبار المجاوزة القريتان إذا اتصلتا أو اشتد قربهما بحيث يرتفق أهل كل واحدة بأهل الأخرى ، فلا يقصر المسافر من إحداهما حتى يجاوز الأخرى وينفصل عن القريتين ، لا إن بعدت إحداهما من الأخرى ، أو كان بينهما عداوة بحيث لا يرتفق أهل إحداهما بالأخرى ، فلا يعتبر في قصر المسافر من إحداهما مجاوزة الأخرى"(قصر میں تجاوز کے معتبر ہونے میں باغات کی طرح وہ دو قریے بھی ہیں جو متصل ہوں یا بہت زیادہ قریب ہوں، اس طرح کہ ان میں سے ایک کے رہنے والے دوسرے قریہ والوں سے مدد و نفع اُٹھاتے ہوں، لہٰذا جو شخص ان میں سے ایک سے سفر کرے وہ دوسرے گاؤں سے آگے بڑھنے، اور دونوں سے جدا ہونے تک قصر نہ کرے گا، لیکن اگر ان دو قریوں میں سے ایک دوسرے سے دور ہوں یا ان قریے والوں میں ایسی دشمنی ہو کہ ایک قریہ والے دوسرے قریہ والوں سے کوئی نفع و تعاون نہیں لیتے تو ان میں سے ایک قریہ سے سفر کرنے والے کو دوسرے سے آگے بڑھنے کا اعتبار نہیں)۔(۱)

ان عبارات سے مزید یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن دو قریبی قریوں کے رہنے والے لوگوں میں آپسی تعلقات ہموار ہوں ان کا حکم ایک جیسا ہے، اس لئے قصر کے لئے ان دونوں سے تجاوز کرنا شرط ہے، برخلاف ان دو قریوں کے جن کے بسنے والے لوگوں میں اتفاق وارتفاق، اور آپسی رواداری نہ ہو، بلکہ دشمنی ہو تو وہ دو قریوں کے حکم میں ہیں۔

---

(۱) الفواکہ الدوانی: ۲۵۴/۱

الحاصل: اس بحث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے مسالک میں دوقول وروایات ملتے ہیں، بعض نے دونوں کا ذکر کیا ہے اور بعض نے ایک کا، اور بعض نے بلا اختلاف ایک کا ذکر کیا ہے۔ اور ''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں بھی جو چاروں ائمہ کے مسالک کی ترجمانی کے لئے لکھی گئی ہے، بلا کسی اختلاف کے یہی بات لکھی ہے کہ:

" القريتان المتدانيتان المتصل بناء إحداهما بالأخرى أو التي يرتفق أهل إحداهما بالأخرى فهما كالقرية الواحدة ، وإلا فلكل قرية حكم نفسها ، يقصر إذا جاوز بيوتها والأبنية التي في طرفها"(وہ دو قریے جو قریب قریب ہوں، ان میں سے ایک کی عمارت دوسرے کے متصل ہو، یا وہ دو ملے ہوئے قریے جن میں سے ایک کے رہنے والے دوسرے سے نفع اُٹھاتے ہیں وہ ایک قریہ کی طرح ہیں، ورنہ ہر ایک کا اپنا مستقل حکم ہوگا، مسافر قصر کرے گا جب اس کے گھروں اور عمارات سے تجاوز کر جائے گا جو اس کے اطراف ہیں)۔ (۱)

اس سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ یہ تمام ائمہ کا مسلک ہے، اور فی الجملہ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ دو باتوں میں جزوی طور پر اختلاف ان عبارات سے مفہوم ہوتا ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ محض ایک آبادی کا دوسری کے قریب ہوجانا دونوں آبادیوں کے ایک قرار دینے کے لئے کافی ہے یا اس کے ساتھ ان دو قریوں و آبادیوں کے رہنے والوں کا ایک دوسرے سے تعاون لینے دینے کا سلسلہ رہنا بھی اس کے لئے ضروری ہے؟ فقہاء مالکیہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو آبادیوں میں قربت

---

(۱) الموسوعۃ الفقہیہ: ۲۷۹/۲۷

کے ساتھ ساتھ ان کے رہنے والوں میں ارتفاق کا تعلق بھی ضروری ہے، جبکہ دوسرے فقہاء کے کلام میں یہ شرط نہیں معلوم ہوتی، بلکہ محض قربت کا ہونا کافی معلوم ہوتا ہے

(۲) دوسرے یہ کہ دو آبادیوں میں قربت کا ہونا ان دو کو ایک قرار دینے کے لئے کافی ہے یا ان دونوں میں اتصال بھی ضروری ہے؟ اس میں امام ابو اسحاق شافعی نے ابو العباس کا جو قول نقل کیا ہے اس میں صاف ہے کہ:" إن كانت القريتان متقاربتين فهما كالقرية الواحدة فلايقصر حتى يفارقهما "(اگر دو قریے قریب قریب ہوں تو وہ ایک قریہ کی طرح ہیں، لہٰذا ان دونوں سے آگے جانے تک قصر نہیں کرے گا)

اس کے برخلاف امام نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ:"وإن انفصلت إحداهما عن الأخرى فجاوز قريته جاز القصر، سواء قربت الأخرى منها أم بعدت " (اگر ان میں سے ایک قریہ دوسرے سے الگ ہو اور مسافر اپنے قریہ سے آگے بڑھ جائے تو اس کے لئے قصر جائز ہے، خواہ وہ دوسرا قریہ اس سے قریب ہو یا دور ہو)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضرات شوافع کا اختلاف ہے، ایک روایت میں قربت کو کافی قرار دیا گیا ہے اور دوسری میں اتصال کو لازم ٹھہرایا گیا۔

اس کے بعد اب ہم اس بات کی طرف آتے ہیں کہ علماء حنفیہ کے دو اقوال میں سے کونسا قول معتبر ہے؟ اس بارے میں بھی عبارات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے قول اول کی تصحیح کی ہے جس میں قصر کے لئے صرف اپنے شہر کی حدود وعمارات سے تجاوز کو شرط کہا گیا ہے، چنانچہ علامہ مصری نے ''النہر الفائق'' میں کہا ہے کہ:

"وأما القرية المتصلة بالربض فظاهر كلامه أنه لايشترط مجاوزتها، وصحح الشارح بقرب المصر لا يقصر وإلا قصر، والمختار أنه يقصر

فیهما ؛ لأنه جاوز الربض ، ومتى جاوز الربض فقد جاوز البلد "۔(۱)

اسی طرح علامہ ظہیر الدین ولوالجی نے ''فتاوی ولوالجیہ'' میں اولاً یہ لکھا ہے کہ مسافر جب شہر سے نکلے اور اس کے قریب قریہ ہو تو اگر یہ قریہ شہر سے متصل ہو تو وہ داخل شہر ہے، لہٰذا وہاں قصر نہ کرے، اور اگر متصل نہ ہو تو قصر کرے''، اس کے بعد لکھا ہے کہ:"والمختار : أنه يقصر فيهما ؛ لأنه جاوز الربض ، وحين جاوز الربض فقد جاوز البلدة ۔" (۲)

ان حضرات نے اس کو مختار کہا کہ قریہ وگاؤں خواہ متصل ہو یا متصل نہ ہو، ہر صورت میں اپنے شہر سے آگے بڑھ جانے کے بعد قصر کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ ربض شہر (یعنی شہر سے متصل مکانات) سے تجاوز کرنے کے بعد وہ شخص شہر سے تجاوز کر گیا ہے

مگر بعض نے اس کے برخلاف دوسرے قول کو صحیح کہا ہے، فتاوی تاتارخانیہ میں علامہ عالم بن العلاء دہلوی نے لکھا ہے کہ:

"والصحيح ما ذكرنا أنه يعتبر عمران المصر إلا إذا كانت ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر ، فحينئذ يعتبر مجاوزة القرى" ۔(۳)

اسی طرح علامہ شرنبلالی اور علامہ شامی نے بھی اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ ان کی عبارات اوپر نقل کی جا چکی ہیں، لہٰذا اب غور طلب یہ ہے کہ ان دو صحیح اقوال میں کس کو اصح مانا جائے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا قول ہی معتبر ہے، اسی لئے بعض فقہاء نے صرف اسی کا ذکر کیا ہے، اور بعض کے کلام سے یوں مستفاد ہوتا ہے کہ وہ ربض شہر سے متصل قریہ اور فناء شہر سے متصل قریہ کے درمیان فرق کرتے ہوئے دونوں اقوال میں تطبیق کی صورت بیان کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ امام قاضی خان نے لکھا ہے کہ:

---

(۱) النہر الفائق: ۱/۳۴۴ (۲) فتاوی ولوالجیہ: ۱/۱۳۱ (۳) فتاوی تاتارخانیہ: ۱/۵۰۳

” وإن كانت القرى متصلةً بربض المصر فالمعتبر مجاوزة القرى ، هو الصحيح ، وإن كانت القرية متصلةً بفناء المصر ، لا بربض المصر يعتبر مجاوزة الفناء ، ولا يعتبر مجاوزة القرية “

(اگر گاؤں شہر کے ربض سے متصل ہو تو ان قریوں سے تجاوز کا اعتبار ہوگا ، اور یہی قول صحیح ہے ، اور اگر قریہ فناء شہر سے متصل ہو ، ربض شہر سے متصل نہ ہو ، تو صرف فناء سے تجاوز کا اعتبار ہوگا ، اور قریہ سے تجاوز کا اعتبار نہ ہوگا) ۔ (۱)

علامہ ابن نجیم مصری نے قاضی خان کے اس قول کا ذکر کیا اور اس پر کوئی جرح وتنقید نہیں کی ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ (۲)

الحاصل وہ قریے اور گاؤں جو شہر سے متصل ہوں وہ اصح قول کے مطابق اسی شہر میں داخل ہیں ، اس لئے وہ سفر واقامت میں اسی شہر کے تابع ہوں گے ۔

اس بحث کے پیش نظر ہمارے زیر غور مسئلہ میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مکہ کے قریب کی آبادیاں ، بالخصوص وہ آبادیاں جن کی عمارات مکہ کی عمارات سے متصل ہو چکی ہیں ، جیسے منی ومزدلفہ یہ مکۃ المکرّمہ میں داخل ہیں ، اس لئے کہ ان میں قربت ہی نہیں بلکہ پوری طرح اتصال بھی پایا جاتا ہے ، اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں کے لوگوں کا آپسی ارتفاق بھی معلوم ومسلم ہے ، بلکہ خود حکومت بھی ان کو ایک ہی قرار دیتی ہے ، لہٰذا باتفاق ائمہ منی ومزدلفہ مکہ میں داخل مانے جائیں گے ۔ اور جب مکہ میں ان کو داخل مانیں گے تو لازمی طور پر قصر واتمام میں یہ مکہ کے تابع ہوں گے ، لہٰذا مکہ میں اقامت ہو تو یہاں بھی اقامت مانی جائے گی اور اگر مکہ میں مسافرت ہو تو یہاں بھی مسافرت مانی جائے گی ۔ فقط

محمد شعیب اللہ

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی ہامش الهندیة : ۱/۱۶۵ (۲) دیکھو : البحر الرائق : ۲/۲۲۶